P. O. RGD No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۲ | یکم اپریل سنہ ۱۹۵۳ء | ایڈیٹر- قاضی عبدالغفار | ۱۶ رجب المرجب ۱۳۷۲ ہجری | نمبر ۷

کچھ اپنی باتیں

اشارے

گذشتہ اشاعت میں ہم نے کچھ اشارے پیش کئے تھے اور ہمارا موضوع یہ تھا کہ "زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا" اسی سلسلہ میں آج ہم ایک دوسری بحث پیش کرتے ہیں۔

ملک کی وحدت کے لئے زبان کی وحدت ضروری نہیں

آجکل لسانیات کے جو خودساختہ اصول میدان میں دوڑائے جا رہے ہیں انمیں ایک یہ بھی ہے کہ بھارت کی وحدت کو مضبوط کرنے کے لئے تمام ملک کی ایک مشترکہ زبان ضروری ہے۔ یہ بھی فکر و نظر ایک دھوکہ ہے جو اردو کے مقابلہ میں ہندی کے تفوق اور اہمیت کو ثابت کرنے کے لئے دیا جا رہا ہے۔

جغرافی وحدت اور لسانی وحدت کا لازم وملزوم کردینا ایک پردہ ہے جو زندگی کی ایک بڑی حقیقت پر ڈالا جا رہا ہے۔ اس نعرے کی تہ میں ایک ایسی مرکزیت کو مضبوط کرنے کی خواہش ہے جس میں تمام سیاسی اور معاشی اقتدار کسی ایک گروہ یا جماعت کے ہاتھ میں آجائے۔ اگر کسی ایک زبان کو ایسی مرکزیت حاصل ہوجائے تو ظاہر ہے کہ ملک کی دوسری زبانوں اور ان سے وابستہ مقامی تہذیبوں کے پھلنے پھولنے کے امکانات بہت کم ہوجاتے ہیں۔

ایسی آوازیں ان ملکوں میں اٹھا کرتی ہیں جہاں کئی قومیں آباد ہوتی ہیں مگر صحیح جمہوریت قائم نہیں ہوتی۔ اور ایک مرکزی اقتدار تمام علاقائی اور مقامی تہذیبوں کے کاندھے پر سوار ہونے کی فکر میں رہتا ہے یہ وہ قدیم برہمنیت اور ملائیت ہے جو ہر زمانہ میں جمہوریت کی نفی ثابت ہوتی رہی ہے۔

انیسویں صدی میں دنیا کا حال یہ تھا کہ سامراجی قوموں نے ہر جگہ جہاں اسکا قبضہ ہوا اپنی ایک زبان کو تمام دوسری زبانوں پر مسلط کردیا تاکہ مقامی تہذیبی روایات زندہ نہ رہ سکیں، ہندستان میں، چین میں، شمالی افریقہ

میں، الڈوایشیا میں، غرض ہر جگہ یہی پالیسی کارفرما ہوئی۔ اب کچھ شکل بدل کر یہہ روح لسانی وحدت کے نعروں میں کام کر رہی ہے روس میں بھی انقلاب سے پہلے تمام علاقائی اور مقامی زبانوں کا گلا گھونٹ دیا گیا تھا، لیکن انقلاب کے بعد ان جفاکش زبانوں کو پھر آزادی نصیب ہوئی۔ دو حقیقت کسی سرکاری زبان کے تسلط کا اثر، معاش، تجارت اور سیاست اور تمدن سب ہی پر پڑتا ہے، دنیا کی تاریخ میں اسکی مثالیں اس قدر نمایاں ہیں کہ صرف وہی انکو نہیں دیکھہ سکتا جو دیکھنا ہی نہ چاہے بھارت کی وحدت کا صرف ایک ہی تصور صحیح ہے، وہ یہہ کہ یہاں کی آبادی بلا امتیاز نسل و مذہب اپنے وطن کی وفادار ہو اور اسکی عزت پر اپنی جان بھی قربان کرسکے اسکے سوا وحدت کا اور کوئی مطلب نہیں۔ روس اور سوئیٹزرلینڈ کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں متعدد مقامی زبانیں رائج ہیں اور سب کا وہی مقام ہے جو سرکاری زبان کا۔ پھر بھی ان ملکوں کی وحدت پوری طرح مضبوط ہے اور وہاں کوئی نہیں کہتا کہ وحدت کو مستحکم کرنے کے لئے زبان بھی ایک ہی ہونی چاہئے۔

پاکستان میں بھی اب محسوس کیا جا رہا ہے کہ اس اصول کو قومی وحدت کا اساس نہیں بنایا جاسکتا بنگالی اور سندھی اور پنجابی اردو زبان کے حاکمانہ اقتدار کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں اور اصحاب فکر و نظر صاف دیکھہ رہے ہیں کہ سرے سے قومی وحدت کا یہہ نظریہ ہی غلط ہے۔

—— ہم چاہتے ہیں کہ ہماری زبان کے پڑھنے والے بھی اس مسئلہ پر کچھہ سوچیں۔ اور ہمیں بتائیں کہ انہوں نے کیا سوچا۔

بمبئی میں اردو دشمنی کا آغاز

بمبئی ہندوستان کی ان ریاستوں میں سے ہے جس نے اب تک زبان کے متعلق ایک معقول اور منصفانہ نقطہ نظر قایم رکھا ہے۔ اسی لئے ہمیں بمبئی کے اخباروں سے یہہ معلوم کرکے حیرت ہوئی کہ وہاں کی حکومت کے حلقوں میں ایک ایسا قدم اٹھایا جانے والا ہے جس سے اردو زبان کو یقیناً نقصان پہونچے گا۔ خبر یہہ ہے کہ بمبئی اسمبلی کے قواعد و ضوابط کا مسودہ تیار کرنے کے لئے جو کمیٹی مقرر کی گئی تھی اس نے یہہ سفارش کی ہے کہ اردو زبان کو اسمبلی کی منظور کردہ زبانوں سے خارج کردیا جائے اس لئے کہ کمیٹی کی رائے میں یہہ زبان اسٹیٹ کی علاقائی زبانوں میں شامل نہیں ہے جس کے یہہ معنے ہوں گے کہ آیندہ اسمبلی کی کوئی تحریری کارروائی اردو زبان میں نہ ہو سکیگی یہہ بھی بتایا گیا کہ تقریر کرنے کی حد تک ممبروں کو اردو زبان استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔

ہمیں یاد ہے کہ چند روز پہلے حکومت بمبئی نے یہہ فیصلہ کیا تھا کہ زبان کے متعلق کوئی قانون نہ بنایا جائے اور موجودہ حالت کو قایم رکھا جائے یعنی جو زبانیں اسٹیٹ میں عام طور پر استعمال ہوتی ہیں ان سب کو تسلیم کیا جائے یہہ فیصلہ نہایت دانشمندانہ اور منصفانہ تھا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اب یکایک کیا حالات پیدا ہوئے کہ اس پالیسی کو ترک کرکے اردو زبان کے خلاف یہہ تجویز لائی گئی ہے۔ یہہ گویا پچھلے دروازے سے مخالفت کا عنصر داخل کیا جا رہا ہے۔

عجیب بات یہہ ہے کہ تقریروں کی حد تک اب بھی اس بات کو تسلیم کیا جا رہا ہے کہ اردو زبان اسمبلی میں بولی جاتی ہے اور اس کا ایک مقام ہے۔ حکومت کی نظر سے یہہ حقیقت بھی پوشیدہ نہ ہوگی کہ بمبئی اس وقت اردو زبان کا ایک بڑا مرکز ہے۔ وہاں اردو کے کتنے روزنامے اور رسالے نکلتے ہیں فلم سازی کے پورے حلقہ میں ہر جگہ اردو ہی اردو ہے۔ سماجی مشاغل میں ایسے جلسے اور مشاعرے بہت نمایاں ہیں جہاں اردو ہی اردو کا ڈنکا بجتا ہے کوئی شبہ نہیں کہ ان مصروفیات کو دیکھتے ہوئے بمبئی، لکھنؤ اور دہلی کے

قریب قریب ہے۔ بلکہ ایک طرح آن سے بھی آگے اس لئے بمبئی سے اردو کی تحریکات کو جو مالی امداد ملتی ہے وہ کہیں سے بھی نہیں ملتی ۔ ان تمام حقایق پر نظر کرتے ہوئے حیرت ہوتی ہے کہ اردو کو بمبئی اسمبلی سے خارج کرنے کی یہہ غیر منصفانہ تجویز کیوں سامنے لائی گئی ۔ کیا یہہ تجویز ایک غالب بجاؤ بنانے کا پہلا ادم ہے ؟

بمبئی کے دوستوں کو خبردار ہوجانا چاہئے اور سب سے زیادہ مرکزی انجمن کی شاخ کو جو بمبئی میں موجود ہے اپنے وجود کا کوئی موثر ثبوت دینا چاہئے اور فوراً دوسری اردو دوست جماعتوں کا تعاون حاصل کرکے اردو کی حفاظت کی تدابیر پر غور کرنا چاہئے۔ اس موقعہ پر غفلت نا قابل معافی اور نا قابل تلافی ہوگی۔ سب سے پہلے تو انجمن کی شاخ اور دوسری اردو دوست جماعتوں کو متحدہ طور پر حکومت کو اس غلط پالیسی پر توجہ دلانی چاہئے اور اسکے بعد احتجاج کا کوئی پروگرام بنانا چاہئے۔

یہہ کہنا کہ بمبئی میں اردو کی کوئی علاقائی حیثیت نہیں حقایق پر پردہ ڈالنا ہے۔

ہم اردو کو کسی بھی علاقائی زبان کا رقیب نہیں مانتے اور نہ وہ درحقیقت ہے۔ گجراتی ہو یا مرہٹی ہم ہر علاقائی زبان کے حقوق کی اتنی ہی تائید کرنا چاہتے ہیں جتنی کہ اردو کے حقوق کی۔ مگر حکومت کو بھی اپنی پالیسی سے ہٹ کر کوئی ایسا کام نہ کرنا چاہئے جو بمبئی میں زبان کے مسئلہ کو الجھا دے۔

اس میں کیا رکھا ہے

اردو اخباروں میں بڑا چرچا اس بات کا ہے کہ ہائی اسکول کے امتحان میں اردو زبان میں جوابات لکھنے کی اجازت مل گئی ہے۔ گویا اردو کی فتح کا یہہ پہلا قدم ہے — وہ کتنا ہی مختصر سہی !

ایک معاصر نے اس خبر کو جدول کے اندر بہ این الفاظ شائع کیا ہے :۔

"لکھنؤ۔ ۹ مارچ ۔ ہائی اسکول کے امتحان کی کاپیاں اردو میں لکھنے کے لئے الہ آباد بورڈ کے پاس یہاں اور دوسرے شہروں سے بہت سی درخواستیں بھیجی گئی ہیں جن میں سے بعض کا جواب بھی آگیا ہے اور بورڈ کے سکریٹری نے خاص زبان کے علاوہ دوسرے پرچوں کے جواب اردو میں لکھنے کی اجازت دیدی ہے ۔ لیکن گزٹ میں اعلان نہ ہونے کی وجہ سے ابھی اس سلسلہ میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہہ اجازت صرف پرائیوٹ امیدواروں کو دی گئی ہے اور کچھہ کے خیال میں اس سے صرف وہی طالب علم مستفید ہوسکتے ہیں جنھوں نے بورڈ کے سکریٹری سے اجازت لے لی ہے ۔ لیکن سکریٹری کے جن دو اجازت ناموں کی خبر اس سے پہلے شائع ہوچکی ہے ان میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

ابھی حال ہی میں ملیح آباد کے ایک اسکول کے ذمہ داروں نے اس مسئلے پر الہ آباد بورڈ کو لکھا تھا اور وہاں سے جو جواب آیا ہے اس سے یہہ مسئلہ پوری طرح واضح ہوگیا ہے۔

ہائی اسکول اینڈ انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن کے سکریٹری مسٹر ایس ڈی کوتھی نے اپنے خط نمبر بی -۹-۸- اا مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۵۲ ع میں لکھا ہے :۔

"آپ کے خط نمبر .... مورخہ ....
کے جواب میں عرض ہے کہ جن امیدواروں نے ہندی نہیں پڑھی ہے اور جن امیدواروں نے ہندی سے مختلف ماحول میں تعلیم پائی ہے اور اگرچہ ان کی مادری زبان ہندی ہے مگر وہ اپنے خیالات انگریزی اور اردو میں زیادہ آسانی کے ساتھہ ظاہر کرسکتے ہیں، انھیں صرف

سنہ ۱۹۵۳ ع کے ہائی اسکول امتحان میں زبان کے علاوہ دوسرے تمام مضامین انگریزی یا اردو میں لکھنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

"لیکن اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئیے کہ سنہ ۱۹۵۳ ع کے ہائی اسکول امتحان میں زبان کے علاوہ دوسرے تمام پرچے ہندی میں ہوں گے"۔

سرکاری جواب کے ابہام یا اس کی بلاغت میں ہمیں دو خاص نکتے ملتے ہیں۔ اول یہہ کہ

"جن امیدواروں نے ہندی نہیں پڑھی ہے اور جن امیدواروں نے ہندی سے مختلف ماحول میں تعلیم پائی ہے

اور اگرچہ کہ انکی مادری زبان ہندی ہے مگر وہ اپنے خیالات انگریزی اور اردو میں زیادہ اسانی سے ظاہر کر سکتے ہیں انہیں صرف سنہ ۱۹۵۳ ع کے ہائی اسکول امتحان میں زبان کے علاوہ دوسرے تمام مضامین انگریزی یا اردو میں لکھنے کی اجازت ہوگی۔

لیکن یہہ بات پیش نظر رکھنا چاہئیے کہ سنہ ۱۹۵۳ ع کے ہائی اسکول امتحان میں زبان کے علاوہ دوسرے تمام پرچے ہندی میں ہونگے۔"

الفاظ کے اس چکر کا مفہوم کیا نکلا؟ صرف یہہ کہ اردو میں جواب لکھنے کی اجازت صرف سنہ ۱۹۵۳ ع امتحان کے لئیے ہے اور یہہ کہ پرچے تو بہر حال ہندی ہی میں ہونگے۔ اور یہہ رعایت ہے کس کے لئیے؟ صرف ان امیدواروں کے لئیے جنکی مادری زبان تو ہندی ہے مگر وہ اپنے خیالات انگریزی اور اردو میں زیادہ اسانی سے ظاہر کرسکتے ہیں!!

ہم محکمہ تعلیم کے کسی عجائب خانہ میں ایک ایسے طالب علم کو دیکھنا چاہتے ہیں جسکی مادری زبان تو ہندی ہو مگر وہ زیادہ اسانی سے اردو میں اپنے خیالات ظاہر کرسکتا ہو! اس پیچدار عبارت کا مفہوم ہم تو یہہ سمجھے ہیں کہ شاید محکمہ تعلیم کے علم میں کوئی طالب علم ایسا نہیں جسکی مادری زبان اردو ہو اور اس لئیے وہ امتحان کے پرچوں کا جواب اردو میں لکھنا چاہے۔ مادری زبان تو گویا سب ہی کی ہندی ہے، البتہ ایسے عجوبے اتر پردیش میں موجود ہیں جو مادری زبان کے ہندی ہوتے ہوئے بھی اردو زبان میں لکھنا پڑھنا پسند کرتے ہیں! سبحان اللہ!

پھر یہہ بات بھی یاد رہے کہ یہہ صرف ایک ہی سال کا معاملہ ہے اور یہہ بھی یاد رہے کہ پرچے تو سب ہی ہندی زبان میں آئینگے! دیکھنا یہہ ہے کہ اخر یہہ بے لکھے جوابات بعض اردو کے پریمیوں کو خوش کس طرح کر دیتے ہیں۔ ان تمام تلخ تجربوں کے بعد جو اتر پردیش کی حکومت کے وعدوں کے متعلق حاصل ہو چکے ہیں ذرا ذرا سی بات پر خوش ہوتے ہیں عجلت کرنا حسرت ناک ہے! صحیح چیز جو ہوتی چاہئیے تھی وہ یہہ تھی کہ اردو کو بحیثیت ایک علاقائی زبان کے تسلیم کیا جاتا اور اس لئے اردو زبان میں پرچے بھی دیے جاتے اور جوابات دینے کی بھی اجازت ہوتی۔۔ نہ صرف سنہ ۱۹۵۳ ع کے لئیے بلکہ ہمیشہ کے لئیے۔ علاقائی تحریک کا بھی مقصد ہمارے سامنے ہے اور محکمہ ذرا ذرا سی عکسانی اپچ سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ اتر پردیش میں سرکاری احکام کے الفاظ کے الٹ پھیر کا بہت کافی تجربہ ہو چکا ہے۔

ہلکے ہلکے اشارے

—— اتر پردیش میں اب "پٹواری" کو "لیکھہ پال" کہا جائیگا۔

—— بات یہہ ہے کہ "پٹواری" تو خالص عربی یا فارسی لفظ تھا۔ اس میں اردو کی ا

آتی تھی —— اور آجکل ہندی صرف وہی ہو سکتی ہے جو نئی قسم کی ہو اور مشکل ہو۔

—— جو لوگ اپنے باپ دادا سے "پٹواری" ہی سنتے آئے تھے وہ اب "لیکھ پال" کو سمجھتے ہی سمجھتے مر جائینگے —— لیکن یہہ تو ہے کہ راشٹر بھاشا کی ہر بات نئی اور نرالی ہونی چاہئے! —— کوئی سمجھے یا نہ سمجھے!!

—— مسٹر عبدالشکور نجمی نے جو ایک کانگریسی ممبر ہیں اترپردیش کی کونسل کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

"کسی ریاست میں ایک سے زیادہ زبانیں ہونے سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کہ اردو کو تو صرف مسلمانوں کی زبان سمجھا جا رہا ہے اور حکومت اسے تسلیم نہیں کرتی۔" (نیشنل ہرالڈ)

—— نجمی صاحب کو آیندہ الیکشن میں اترپردیش کی کانگریس تو اپنا ٹکٹ دیگی نہیں —— اتنا تو ہم جانتے ہیں!

—— غازی پور میں تقریر کرتے ہوئے یوپی کونسل کے رکن مسٹر گوبند سہائے نے فرمایا کہ

"ہمارے یہاں لفظوں پر لڑائیاں ہوتی ہیں اور جہاں کہیں بھی اردو کا لفظ آجاتا ہے ہندی کے حامی اسے حذف کرنے کی دھن میں لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ اس رویہ سے ان لوگوں نے ہندی کو کوئی فروغ نہیں دیا۔ جہاں ہندی اس سے قبل تھی اس سے سر مو آگے نہیں بڑھی۔ زبان کا مسئلہ طے کرنے اور ہندی کو فروغ دینے کا یہہ طریقہ سراسر غلط ہے۔"

—— سوال ہندی کے فروغ کا اتنا ضروری نہیں جتنا کہ اردو کو ختم کر دینے کا سوال!

—— یہہ بات گوبند سہائے صاحب سمجھے نہیں!!

—— ناگپور —— ودربھا ساہتیہ سنگھ ناگپور نے جس میں مرہٹی زبان کے بہت سے ممتاز اہل قلم شامل ہیں ایک یادداشت میں مدھیہ پردیش کے چیف منسٹر کو اس بات پر توجہ دلائی کہ سرکاری زبان کے متعلق جو قانون بنایا گیا ہے اس میں ترمیم کی جائے تاکہ مرہٹی زبان کو (جو مدھیہ پردیش کی ایک علاقائی زبان ہے) کوئی نقصان نہ پہنچے۔ یہہ قانون سنہ ۱۹۵۰ع میں منظور ہوا تھا۔ اس میں طے کیا گیا تھا کہ ہندی اور مرہٹی دونوں زبانیں یکساں سرکاری اغراض کے لئے استعمال کی جائیں مگر پھر بھی حکومت نے اب ایک ترمیمی مسودہ قانون تیار کیا ہے تاکہ مرہٹی زبان کا وہی درجہ تسلیم کیا جائے۔ یہہ بل اسمبلی کے جاریہ اجلاس میں پیش ہونے والا ہے۔ (خبر)

—— سوال یہہ ہے کہ کیا مرہٹی زبان کے متعلق یہہ مطالبہ مدھیہ پردیش کی وحدت کو صدمہ نہ پہنچائیگا۔ اور کیا یہہ تحریک anti national نہیں ہے؟ —— ہم سوچتے ہیں کہ اگر یہی بات اردو والے عرض کریں تو جواب کیا ملیگا؟

کتابوں کی باتیں

"غزل"

روزنامہ "نوی آواز" نے مجروح سلطانپوری کے کلام کے مجموعہ "غزل" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

گذشتہ چند مہینوں میں ترقی پسند شاعری کے دو نہایت ہی اہم مجموعے شائع ہوئے ہیں ان میں ایک تو پاکستان کے مشہور شاعر فیض احمد فیض کا مجموعہ کلام "دست صبا" ہے اور دوسرا مجروح سلطانپوری کی غزلوں کا انتخاب "غزل" یہہ دونوں مجموعے اپنی اپنی جگہ پر اس اعتراض کا نہایت ہی تسلی بخش جواب ہیں کہ ترقی پسند موضوع ہی پر زور دیتے ہیں انداز بیان کی ان کے نزدیک کوئی خاص اہمیت نہیں۔ دونوں شاعروں نے انداز بیان کو بھی اتنا ہی اہم

سمجھا ہے جتنا کہ موضوع کو اور انھیں دونوں کے ایک ایسے خوبصورت امتزاج سے اپنی تخلیقات میں فائدہ اٹھانے میں کامیابی حاصل ہوئی ہے جو ترقی پسند شاعری کو مقبول عام بنانے کے لئے بہت ضروری ہے۔

مجروح سلطانپوری کی غزلوں کا یہ انتخاب "غزل" کے نام سے حال ہی میں ٹائپ میں عمدہ کاغذ پر شائع کیا گیا ہے اور ان کی دس سال (سنہ ۱۹۴۳ ع تا ۱۹۵۲ ع) کی شاعرانہ کاوشوں کا نہایت ہی کڑا انتخاب ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ ان دس برسوں کے مشکل سے ڈھائی سو اشعار کتاب میں شائع کئے گئے ہیں سنہ ۱۹۵۱ ع کو چھوڑ کر کسی سال کی بھی تین سے زائد غزلیں نہیں شامل کی گئیں اور بعض ایسی غزلوں کے صرف ایک ایک دو دو اشعار شامل کئے گئے ہیں جو بارہا مشاعروں اور ادبی محفلوں میں کامیاب ہوچکی ہیں۔ انتخاب میں اس سختی سے کام لینے کا ہی نتیجہ ہے کہ پوری "غزل" میں بھرتی کا ایک شعر نظر نہیں آتا۔

پیش لفظ میں قاضی عبدالغفار صاحب نے لکھا ہے کہ "غزل کے میدان میں انہوں (مجروح) نے وہ سب کچھ کہا ہے جس کے لئے بعض ترقی پسند شعرا صرف نظم ہی کا پیرایہ ضروری اور ناگزیر سمجھتے ہیں" اس کے بعد صرف یہ کہنے کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ مجروح صاحب نے جو کچھ کہا ہے کامیابی سے کہا ہے۔

مجروح صاحب نے غزل کو نئے ور ترقی پسند خیالات کے اظہار کا ذریعہ بناتے وقت ایک طرف تو غزل کی فنی روایات کا احترام کیا ہے اور تغزل کے رمز و کنایہ سے فائدہ اٹھایا ہے جیسے:-

مجروح اٹھی ہے موج صبا آثار لئے طوفانوں کے
ہر قطرہ شبنم بن جائے ایک جوئے رواں کچھ دور نہیں

گل بنتی ہے شاید خاک وطن، شاید کہ سفر کرتی ہے خزاں
خوشبوئے بہاراں ملتی ہے کچھ دن سے ہوائے زنداں میں

دوسری طرف غزل کے لب ولہجہ میں نظم کا لب ولہجہ اور تسلسل شامل کر کے انھوں نے اپنی نوا کو اور زیادہ تلخ و تیز کر دیا ہے۔ اس کی مثالیں آخری حصے کی غزلوں میں ملتی ہیں ان غزلوں میں پہلے شعر سے آخری شعر تک ایک خاص کیفیت چھائی ہوئی ملتی ہے، جیسے کہ اس غزل میں جس کا مطلع ہے:-

ہوں، جو سارے دست و دامن خون میں نہلائے ہوئے
ہم بھی ہیں اے دل بہاراں کی قسم کھائے ہوئے

اسی غزل کا مقطع یہ ہے:-

دشت و در بنتے گر ہیں مجروح میدان بہار
آرہی ہے فصل گل پرچم کو لہرائے ہوئے

مجروح صاحب نے غزل کی قدیم علامتوں کو نئے معنی دے کر ان سے اپنے خیالات کے اظہار میں فائدہ اٹھایا ہے ان غزلوں میں ساقی، پیمانہ، شراب، محفل، گل، گلشن، صبا، بہار، خزاں، رہبر، رہزن وغیرہ الفاظ نئے معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں اور اس کامیابی کے ساتھ کہ وہ اس نئے مفہوم کو واضح کر دیتے ہیں جس کیلئے وہ استعمال کئے گئے ہیں۔

سیاسی اور سماجی موضوعات کے ساتھ ساتھ مجروح صاحب نے غزل کے سب سے قدیم اور مقبول عام موضوع کو بھی لیا ہے اس مجموعے میں عشقیہ اشعار لیکن ان اشعار میں بھی کافی تعداد میں موجود ہیں سماجی شعور کام کرتا دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً۔

جب ہوا عرفاں تو غم آرام جاں بنتا گیا
سوز جاناں دل میں سوز دیگراں بنتا گیا

مجروح صاحب نے ان غزلوں میں جو کچھ کہا ہے اس سے بہت ممکن ہے کہ سیاسی طور پر لوگوں کو اختلافات ہوں لیکن انھوں نے اپنی بات جس سلیقے سے کی ہے اس سے اغلب طور پر شاید ان کے مخالفین بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

ناشر - انجمن ترقی اردو

قیمت ایک روپیہ ۸ آنہ

انجمن کی خبریں

اردو کانفرنس اجمیر

[از نامہ نگار]

۲۱ اور ۲۲ مارچ کو اجمیر میں ایک بہت کامیاب آردو کانفرنس منعقد ہوئی۔

مولانا حفظ الرحمن صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند اور آردو کانفرنس کے صدر قاضی محمد عبد الغفار صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی آردو ہند کا اجمیر اسٹیشن پر انجمن ترقی آردو اجمیر جمعیۃ علماء سرکاری افسران اور جناب عبد الرؤف صاحب صدیقی نے خیر مقدم کیا۔ راجستھان اور اجمیر کے اراکین مجلس استقبالیہ اسٹیشن پر موجود تھے۔

جناب کشن لال سرور نے مولانا صاحب اور صدر کانفرنس کو ہار پہنائے اور شمر بھورری صاحب نے اراکین استقبالیہ و نمائندگان کا تعارف کرایا۔ اسٹیشن کے باہر الہ آباد، مراد آباد اور انجمن رفاہ عام اجمیر کے اسکاؤٹس نے مولانا صاحب اور قاضی صاحب کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔ رضاکاروں نے "جوان آردو" کے بیج لگا رکھے تھے اور کافی سو اراکین استقبالیہ کے دائیں جانب "رکن استقبالیہ" زرد خوشنما بیج لگائے ہوئے تھے دس بجے حویلی دیوان صاحب میں جناب محمد یسین نوری صاحب بیرسٹر ایٹ لا صدر مجلس استقبالیہ نے حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب اور قاضی عبد الغفار صاحب کو خوش آمدید کہا۔

۲۰ مارچ کو ایک ورکرز میٹنگ بھی ہوئی مندوبین اور مقامی عہدیداران کانفرنس کے قاضی صاحب اور مولانا صاحب نے آردو زبان کی تبلیغ و اشاعت کے بارے میں گفتگو فرمائی اس جلسہ میں جناب دیوان سید عنایت حسین علی خاں صاحب سجادہ نشین درگاہ۔ جناب مولانا حکیم سید ظہیر احمد صاحب برکاتی۔ جناب اوق کریمی صاحب، جناب پروفیسر محمد عمر خاں صاحب، جناب مولانا حبیب اللہ خاں صاحب قضائی، جناب سیٹھ عبد الکریم صاحب، جناب سید عبد الصبور صاحب، جناب مولانا قاضی الاسلام صاحب، جناب مولانا سید منظور الحسن صاحب برکاتی، جناب مولانا عبد الشکور صاحب جناب سید عباس علی صاحب ایم-ایل-اے، جناب مولانا علی محمد شریف صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اس موقعہ پر حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے قاضی صاحب نے فرمایا کہ آردو زبان کی تحریک غیر فرقہ وارانہ ہے اور یہہ اتحاد و محبت کی نشانی ہے ہم اپنی حکومت سے دستور کے مطابق آئینی طور پر یو-پی میں علاقائی تحریک کو چلا رہے ہیں اور ہمیں بڑی حد تک کامیابی بھی ہو رہی ہے۔ آج کے حالات میں اجمیر کے بھی خواہان آردو کا یہہ اقدام آردو کے مستقبل کے لئے امید افزا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اجمیر جیسی سر زمین سے آل انڈیا آردو کانفرنس کی جو آواز اٹھائی جا رہی ہے وہ پورے ہندوستان میں مقبول ہو گی اور یہہ اجتماع باعث برکت ہوگا۔ ہمارے کارکنوں کا یہہ فرض ہونا چاہیئے کہ آردو کی خدمت کے لئے عملی اور تعمیری قدم اٹھائیں اور اپنے حسن عمل سے اس کی اشاعت کے فرائض کو کامیابی کے ساتھہ انجام دیں۔

مجلس مضامین ۲۱ مارچ کو ڈھائی بجے حسب پروگرام کل ہند آردو کانفرنس کی مجلس مضامین کا اجلاس زیر صدارت جناب قاضی عبد الغفار صاحب شروع ہوا۔ مقامی ممبران مجلس استقبالیہ کی کثیر تعداد کے علاوہ ٹونک جے پور، بیکانیر، جودھپور، کوٹہ، ساٹی، ساہبر پاور، نصیر آباد، کشن گڈھ، پھل واڑہ، نیز رانچی، گورکھپور، بنارس، علی گڈھ، الہ آباد، بجنور، احمد آباد، بمبئی، دہلی و دیگر مرکزی مقامات سے بہ کثرت مندوبین اور نمائندگان نے شرکت کی۔ اس اجلاس کی اہم خصوصیت یہہ تھی کہ ہندوستان کے بڑے بڑے مشائخ اور صوفیائے اکرام نے نہ صرف اجلاس میں شرکت فرمائی بلکہ کانفرنس کو اپنی تجویز سے بھی فیضیاب کیا۔

اہم تجاویز مجلس مضامین میں حکیم سید ظہیر احمد صاحب برکاتی صدر جمعیۃ علماء راجستھان مولانا سید قاضی الاسلام صاحب مولانا حبیب اللہ خان صاحب قضائی، شیخ المشائخ حضرت دیوان سید عنایت حسین علی خان صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ اور سید عبدالصبور صاحب کی جانب سے راجستھان میں اسکولوں میں اردو تعلیم کے اجراء انجمن ترقی اردو کی جاری کردہ علاقائی تحریک کی تائید ابتدائی مدارس میں مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنائے جانے کا مطالبہ، طبقہ مشائخ صوفیاء کی اردو زبان کی نشر واشاعت میں امداد، ہائی اسکول میں پڑھائی جانے والی اردو کتابوں کی فراہمی اور جامعہ اردو علی گڈھ کے جاری کردہ امتحانات ادیب ادیب ماہر ادیب کامل کو مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے منظور کرائے جانے کے بارے میں مختلف تجاویز منظور کی گئیں۔

آخر میں مولانا حفظ الرحمن صاحب ناظم اعلی جمعیۃ علماء ہند اور صدر جلسہ جناب قاضی عبدالغفار صاحب نے اراکین استقبالیہ کو اپنے قدرین مشوروں سے مستفید فرمایا۔"

پہلا اجلاس رات کو ۸ بجے کانفرنس کا پہلا اجلاس شروع ہوا جس کا افتتاح حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب ناظم اعلی جمیعۃ علماء ہند نے فرمایا اور اردو سے متعلق ایک دلچسپ تقریر فرمائی۔

قاضی عبدالغفار صاحب جنرل سکریٹری نے اپنا خطبہ صدارت پڑھکر سنایا اس جلسہ میں وزیر اعظم اجمیر ہری بھاؤ اپادھیائے۔ مسٹر کومل عوام منسٹر اور پاکستان ہائی کمشنر مسٹر شعیب قریشی صاحب نے بھی شرکت کی۔

افتتاح کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب نے فرقہ وارانہ آشتی و اتحاد پر زور دیا اور کہا کہ اردو زبان اس کی زندہ مثال ہے انھوں نے ان الزامات کی پرزور تردید کی جو یو۔پی میں اردو کے مخالفین نے عائد کئے ہیں۔

مجلس استقبالیہ کے چیرمین مسٹر یسین نوری نے مہمانوں اور ڈیلی گیٹوں کا خیر مقدم کیا

کانفرنس کے صدر قاضی عبدالغفار جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند نے لسانی مسئلہ سے پیدا شدہ صورت حال کا جائزہ لیا اور یو۔پی میں اردو علاقائی زبان تحریک کی اہمیت بیان کی انھوں نے واضح طور پر اعلان کیا کہ یہ تحریک غیر فرقہ وارانہ ہے اور اس کے حامی ہندی کے مخالف نہیں ہیں۔

درگاہ کے دیوان صاحب نے ایک تجویز پیش کی جس میں ملک کے تمام صوفیوں اور مشائخ سے کہا گیا ہے کہ وہ اردو تحریک کی حمایت کریں۔ ایک دوسری قرارداد میں یو۔پی کی اردو علاقائی زبان تحریک کی حمایت کی گئی ہے۔ اور حکومت ہند سے کہا گیا ہے کہ وہ پرائمری اسکولوں میں مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کے بارے میں اپنی ہدایت پر عمل درآمد ہونے کے لئے ریاستی حکومتوں پر زور دے۔ یاد رہے کہ آج سے دو سال پہلے وزرا کی کانفرنس میں یہ پالیسی طے کی گئی تھی۔ لیکن ابھی تک ریاستی حکومتوں نے اسے عملی جامہ نہیں پہنایا ہے۔

ان کے علاوہ علی گڈھ میں اردو کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز کی حمایت میں اور کاپی رائٹ کی حفاظت کے لئے ہند و پاکستان کے درمیان کاپی رائٹ سمجھوتہ کے لئے بھی قراردادیں منظور ہوئیں۔

کانفرنس میں حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نواب صاحب ٹونک اور وزیر راجستھان مسٹر جے نرائن ویاس کے پیغامات پڑھکر سنائے گئے جن میں انھوں نے کانفرنس کی کامیابی کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

کانفرنس میں شرکاء اور نمایندوں کا جوش عمل ظاہر ہوا اس سے یہ امید کی جا رہی ہے کہ اب راجستھان میں اردو زبان کی ترویج حفاظت اور ترقی کا کام پوری طاقت سے شروع ہوگا۔

["ہماری زبان" کی آیندہ اشاعت کانفرنس نمبر ہوگی اور اُس میں کانفرنس کی روداد پوری تفصیل کے ساتھ شایع کی جائیگی اور صدر کانفرنس کا خطبہ صدارت بھی شایع کیا جائے گا۔]

ٹونک | مجلس مذاکرہ کے دارالعلوم خلیلیہ ٹونک کی جانب سے ۷ مارچ کی شب میں بوقت ساڑھے نو بجے یوم غالب شاندار طور پر منایا گیا۔ یوم غالب کا افتتاح دارالعلوم ٹونک کے معتمد جناب مولانا حکیم سید ظہیر احمد برکاتی صدر جمیعۃ العلماء راجستھان نے کیا۔ آپ نے ایک مقالے میں دارالعلوم خلیلیہ کی خدمت پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے اُردو زبان کی رفتار ترقی اور موجودہ دور میں اس کے تحفظ کے لئے شعراء اور ادباء سے ایک پر جوش اپیل کی آپ نے فرمایا کہ ہمارا فرض ہے کہ اُردو مکاتب و مدارس کا قیام عمل میں لائیں اور انجمن ترقی اُردو کے پروگرام کو عملی جامہ پنہائیں۔

جلسہ کی صدارت ٹونک کے مشہور قانون داں اور شعر و ادب سے دل چسپی رکھنے والے جناب منظور عالم صاحب ایڈوکیٹ بی۔ اے ایل ایل۔ بی نے کی۔ غالب کے متعلق بہت سے دلچسپ مقالے پڑھے گئے۔

طلباء کی تقریر کے بعد صدر جلسہ جناب منظور عالم صاحب ایڈوکیٹ نے اپنا خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا۔ جس میں مشاعروں اور شاعروں پر مبسوط تنقید کی گئی تھی۔ آپ نے اُردو شاعری اور مرزا غالب کے بلند مقام پر روشنی ڈالتے ہوئے مرزا کے غیر فانی ادبی کارناموں کو سراہا اور اُن کے احسانوں کو ناقابل فراموش قرار دیا۔ خطبۂ صدارت کے بعد سکریٹری مشاعرہ اور اخبار ہماری زبان کی خریداری کی طرف حاضرین جلسہ کو توجہ دلائی۔

مشاعرہ کی کارروائی مرزا غالب کی غزل سے
ع:- "ہاں وہ نہیں کہ مجھکو تماشا کرے کوئی"
شروع کرنے کے لئے معصوم علی ادیب ماہر کو مائیک پر دعوت دی گئی اور معصوم علی نے نہایت ہی پرجوش ترنم سے مرزا کی غزل سے مشاعرہ کا آغاز کیا۔ مشاعرہ میں ٹونک کے کہنہ مشق اور نوجوان شعراء نے کثیر تعداد میں طرحی کلام سنایا اور داد تحسین وصول کی۔

بمبئی | مختار احمد صاحب پروپیگنڈا سکریٹری علاقائی کیٹی لکھتے ہیں کہ:-

یو۔پی میں اُردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانے کے لئے بمبئی میں مقیم باشندگان یو۔پی کی دستخطیں حاصل کرنے کی جو مہم بمبئی میں شروع کی گئی تھی وہ ختم ہو گئی ہے۔

بمبئی عظمیٰ سے یو۔پی کے ۳۰ ہزار بالغ باشندوں کی دستخطیں حاصل ہوئیں۔ جنہیں صدر دفتر واقع لکھنؤ بھیج دیا گیا ہم ان اداروں اور ورکروں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے دستخطی مہم میں ہم سے تعاون کیا۔

بریلی | ۲ مارچ کو نواب امداد حسین خان صاحب رئیس قلعہ بریلی کے مکان پر ایک جلسہ زیر صدارت حکیم عبدالوحید صاحب صدر انجمن ترقی اُردو۔ بریلی منعقد ہوا جس میں متعدد عمائدین شہر و اہل ذوق حضرات نے شرکت کی۔

آغاز جلسہ میں صاحبزادہ اسعد میاں نے ایک نظم بعنوان 'زبان اُردو' پڑھی جس کو حاضرین نے بہت پسند کیا۔ اس کے بعد سکریٹری انجمن نے دستخطی مہم کے سلسلے میں اب تک کی کارکردگی کی تفصیل بیان کی۔ اس وقت تک ضلع ھذا سے ۲۲۰۰۰ دستخط مرکزی دفتر لکھنؤ کو بھیجے جا چکے ہیں۔ اور قریب ۳۰۰۰ دستخط سکریٹری کے پاس موجود ہیں اور شہر و مضافات کے مختلف علاقوں میں کام ہو رہا ہے۔

آخر میں صدر جلسہ نے اُردو زبان کے ارتقا کی تاریخ پر تقریر کی اور دلائل سے ثابت کیا کہ اُردو زبان میں ترقی و استحکام کی صلاحیت

موجود ہے۔ اس نے ہمہ گیر حیثیت حاصل کرلی ہے اور وہ ہندوستان کے عوام کی بلالحاظ تفریق مذہب و ملت مشترکہ زبان ہے۔ اس لئے اس کا مستقبل بہت شاندار ہے۔ موجودہ اردو دشمنی کی تحریکات کوتاہ نظری اور تنگدلی پر مبنی ہیں اس لئے وہ ناکام ہو کر رہیں گی اور مستقبل قریب میں اردو کو سرکاری طور سے علاقائی زبان کا درجہ ملے گا۔

کرون یا نہ کرون

[از سکندر علی وجد]

فکر گلریز کو خونبار کروں یا نہ کروں
شرح رسم رسن و دار کروں یا نہ کروں

بجلیاں جن سے برستی ہیں ستمزاروں پر
اون خیالات کا اظہار کروں یا نہ کروں

مشتعل اور بھی ہو جائے نہ صیاد کہیں
یاد مرغانِ گرفتار کروں یا نہ کروں

ہو رہا ہے ابھی اپنوں کی جفاوں کا بیان
ذکر بے مہری اغیار کروں یا نہ کروں

اج کیوں پوچھ رہی ہے گل خنداں سے نسیم
خدمت نرگس بیمار کروں یا نہ کروں

قتلِ معصوم ستاروں کا ہوا ہے لیکن
چاک دامان شب تار کروں یا نہ کروں

باغ میں خون شہیداں سے بہار ائی ہے
زیب تن جامہ گلنار کروں یا نہ کروں

علاقائی تحریک

علاقائی زبان کمیٹی کی آنرری سکریٹری سلطانہ بیگم صاحبہ نے اخباروں کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ:

بذریعہ اخبارات شاخوں کو اطلاع بھیجی جاتی ہے کہ وہ دستخط شدہ فارم جو ان کے علاقوں میں بکھرے ہوئے ہیں جلد از جلد جمع کر کے ہمیں بھیج دیں۔ مختلف اضلاع کی دستخط حاصل کرنے میں حسب ذیل پوزیشن ہے۔

لکھنؤ	۲۰۰۳۹۰	میرٹھ	۱۵۸۰۴۰
مراد آباد	۱۲۰۶۹۰	سہارنپور	۱۰۳۴۰۰
مظفر نگر	۹۴۱۳۰	کانپور	۶۰۰۴۰
بجنور	۵۴۶۳۰	رام پور	۵۵۴۴۰
فرخ آباد	۴۰۰۰۰	اعظم گڑھ	۳۶۸۴۰
بنارس	۳۵۴۲۰	بلند شہر	۳۳۵۳۰
بستی	۳۳۳۴۰	بریلی	۳۲۹۲۰
سیتاپور	۳۲۰۱۰	گورکھپور	۲۹۲۵۰
بمبئی	۲۸۰۳۰		

ضلع میرٹھ کے دستخط شدہ فارموں کی چھٹائی کا کام ختم ہوچکا ہے۔

اردو کانفرنس

محترمہ بیگم صاحبہ نواب صاحب آف پٹودی نے آردو کانفرنس علی گڈھ کی مجلس خواتین کے اجلاس کا خیر مقدم کرتے ہوئے اپنی دلی ہمدردی کا اظہار فرمایا اور حسب ذیل بیان اخبارات کے لئے بھیجا ہے۔

زبان کی تخلیق نشو و نما اور خدمت و حفاظت کے لئے خواتین نے ہمیشہ فداکارانہ فرائض انجام دیئے ہیں تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے۔ آج پھر ہماری زبان اور ادب کو خواتین کی سرفروشانہ جد و جہد کی ضرورت آن پڑی ہے تاکہ ہماری زبان کا سہاگ اجڑنے نہ پائے اور مخالف ہوائیں اس کے چراغ کو بجھا نہ سکیں جس کی روشنی میں ہم نے اپنی قومی تہذیب اور معاشرت کی زلفیں سنواری ہیں آردو کانفرنس کے مقاصد و اغراض جو اخبارات میں شایع ہوتے رہتے ہیں اُن کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہونچی ہوں کہ کانفرنس کا انعقاد نہایت ضروری ہے اور اس کو کامیاب بنانا ہر ہندوستانی کا فرض ہے۔

مسرت اس بات پر ہے کہ کانفرنس نے شعبہ خواتین بھی قایم کیا ہے اور اس میں ممتاز حیدر جیسی سوجھ بوجھ کی خواتین شامل ہیں اس موقع پر میں یہ کہوں گی کہ اس شعبہ کو ملک گیر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارے گھروں میں جس نظام تعلیم کی تنظیم ہو اس میں خامی نہ رہے اس لئے کہ بچہ پہلے پہل آغوش مادر ہی سے تربیت پاتا ہے میں ملک کی تمام خواتین سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ آردو کانفرس کی زیادہ سے زیادہ تعداد میں ممبر بنیں اور اس کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن ذرائع اختیار کریں۔

ناظم
شعبہ نشر و اشاعت
آردو کانفرنس علی گڈھ

حیدر اباد میں زبان کا مسئلہ

حیدر آباد ۴ مارچ۔ حیدر آباد اسمبلی میں زبان کا مسئلہ آج پھر تازہ ہوا جبکہ اہم مسودہ ہائے قانون کے مقامی زبانوں میں تراجم مہیا کئے جانے سے متعلق مطالبہ کا قائد حزب الاختلاف نے اعادہ کیا۔ مسٹر دیشپانڈے نے کہا کہ مسودہ قانون جو انگریزی میں پیش کئے جاتے ہیں اُن کے ترجمے منطقہ داری زبانوں میں ارکان کی سہولت کی خاطر دیئے جائیں۔ تراجم مہیا کئے جانے کے وعدے کو آج ایک سال ہو گیا ہے لیکن ابھی تک اس کا انتظام نہیں کیا گیا۔

اسپیکر نے کہا کہ ہندی اور منطقہ داری زبانوں میں تراجم فراہم کئے جانے کا مسئلہ ابھی زیر غور ہے۔ اسپیکر کے یہ کہنے پر کہ ہندی کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ تقریباً سارا ایوان اسے سمجھتا ہے، مسز شاہجہاں بیگم نے کہا کہ ایوان میں تو زیادہ تر آردو زبان استعمال ہوتی ہے تو پھر کیوں نہ اس زبان میں بھی ترجمے مہیا کئے جائیں؟

اسپیکر۔ ہندی آردو ایک ہی ہے۔ قائد ایوان چیف منسٹر مسٹر بی۔ رام کشن راؤ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ اہم مسودہ ہائے قانون کے ترجمے فراہم کئے جانے سے متعلق قائد حزب الاختلاف نے گذشتہ میقات میں نمایندگی کی تھی۔ انگریزی، ہندی، آردو، تلنگی، مرہٹی اور کنڑی (۶) زبانوں میں تراجم مہیا کئے جانے سے مالیہ زیر بار ہوتا ہے، تاہم اگر ایوان کا مطالبہ ہو تو ان کے لئے اس کو پورا کئے بغیر کوئی چارہ نہیں، چیف منسٹر نے کہا کہ اس کے لئے محکمہ قانون کے صیغہ تراجم میں عملہ میں اضافہ کرنا پڑے گا۔ چیف منسٹر نے کہا کہ اگر انگریزی اور آردو میں کام چل جاتا تو بہتر ہوتا لیکن ارکان منطقہ داری زبانوں میں بھی ترجمے دیئے جانے کی خواہش کر رہے ہیں، اگر ان کی یہی خواہش ہے تو اس کی تکمیل میں انہیں کوئی عذر نہ ہوگا۔

حیاتِ اجمل

اخبار "ہندو" مدراس کا تبصرہ:-
"مولف نے اپنا کام بہت قابل تعریف طریقہ پر پورا کیا ہے انکا طرز تحریر سادہ مگر پر زور ہے۔ کتاب اس قابل ہے کہ دوسری زبانوں اور انگریزی زبان میں اسکا ترجمہ شائع کیا جائے"

قیمت مجلد ۸ روپیہ۔

انجمن ترقی اردو علی گڈھ سے ملسکتی ہے

ایک ضروری اعلان

انجمن ترقی اردو نے یہ ارادہ کیا ہے کہ غالب کے متعلق ایک ایسی جامع کتاب شایع کی جائے جس میں تمام وہ مستند اور معیاری لٹریچر جمع کر دیا جائے جو غالب کے متعلق شایع ہو چکا ہے یا ابھی شایع نہیں ہوا ہے۔ چند سال ہوئے علی گڈھ میگزین کا ایک غالب نمبر شایع ہوا تھا جو ملک میں بہت مقبول ہوا۔ انجمن نے اسی نمبر کو اضافوں اور ترمیموں کے بعد از سر نو شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن اس اشاعت کے لئے نادر اور معیاری مضامین اور دستاویزات جمع کرنی شروع کیں تو معلوم ہوا کہ اب یہ غالب نمبر تین جلدوں کی ایک مستقل کتاب بن جائیگا۔ چنانچہ اب اس کتاب کا پہلا حصہ احوال غالب کے نام سے آخر ماہ مارچ میں شائع ہونے والا ہے۔ اس حصہ میں غالب کے حالات اور انکی تمام تصاویر جو اس وقت تک کہیں بھی ملسکی ہیں اور غالبیات کے مسلمہ ماہرین کے معیاری مضامین شائع کئے جا رہے ہیں۔ بلا تکلف کہا جا سکتا ہے کہ غالب کے متعلق مستند لٹریچر کا اس سے بہتر مجموعہ ابھی تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا ہے۔

جو شایقین جلد سے جلد اس اشاعت کو حاصل کرنا چاہیں وہ فوراً انجمن کے دفتر کو اطلاع کر دیں۔

مہتمم

انجمن ترقی اردو ہند
علی گڈھ

باہتمام عزیز حسین مینیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلیشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ سے شائع کیا۔